زکٰوۃ سے مسجد تعمیر کرائی جاسکتی ہے؟......اعضاء کی پیوند کاری (قسط:۶)

علامہ محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

ایک مغالطہ اور اس کا جواب:

جن حضرات نے کچھ تعمیم اور توسیع سے کام لیا ہے انھیں دراصل دھوکہ یہاں سے لگا ہے کہ فی سبیل اللہ کا لفظ اپنے لغوی معنی کے لحاظ سے نیکی کی تمام ممکنہ صورتوں کو شامل ہے حالانکہ ہر جگہ لغت کام نہیں دیتی۔ تمام کتب تفسیر اور صحیح بخاری (ج:۲،ص:۶۲۴۷) وغیرہ میں ایک واقعہ درج ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ''کُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ'' (یعنی تم اس وقت تک کھاتے رہو کہ سفید تاگہ، سیاہ تاگہ سے واضح ہو جائے) تو حضرات صحابہؓ میں سے کئی لوگوں نے اپنے پاؤں میں دو تاگے باندھ لیے تھے ایک سفید اور ایک سیاہ۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے پاس دو دھاگے رکھ لیے۔ انھوں نے بارگاہِ نبوّت میں حاضر ہو کر عرض کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی کہ ان تاگوں سے مراد دن کی سفیدی اور رات کی تاریکی ہے۔ اسی طرح دیکھا جائے تو ''الصلوٰۃ ، الزکوٰۃ ، الصوم ، الحج وغیرہ تمام شرعی اصطلاحات کا یہی حال ہے کہ اپنے لغوی معنوں میں نہیں بلکہ اصطلاحی معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ اگر آپ ہر جگہ لغت کو لے کر بیٹھیں گے تو کئی خرابیاں لازم آئیں گی مثلاً:

قرآن کو مخلوق ماننا پڑے گا، اس لیے کہ قرآن ایک شے ہے اور ادھر فرمایا گیا ہے: '' خَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ '' جب آپ ایک طرف پڑھیں گے: ''یُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ'' اور دوسری طرف آپ پڑھیں گے: ''کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ'' تو اب آپ کی لغت دانی کیا کہے گی؟

ایک سوال اور اس کا جواب:

ممکن ہے، کچھ لوگوں کے ذہن میں یہ کھٹک پیدا ہو کہ فقہاء احناف میں سے ایک بلند پایہ عالم، ملک العلماء کاسانیؒ نے اپنی کتاب بدائع میں تعمیم اور توسیع سے کام لیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

> وأمّا قولہ تعالیٰ: ''وفی سبیل اللّٰہ'' عبارۃ عن جمیع القرب فیدخل فیہ کل من سعیٰ فی طاعۃ اللّٰہ و سبیل الخیرات اذا کان محتاجاً
>
> (بدائع، ج:۲،ص:۴۵)
>
> ترجمہ: فی سبیل اللہ میں تمام نیکی کے کام شامل ہیں۔ اس لیے جو شخص بھی اللہ کی اطاعت اور نیکی کے راستے میں کوشاں ہو، وہ اس میں آجاتا ہے بشرطیکہ وہ محتاج ہو۔

کئی لوگوں کو اس عبارت سے دھوکہ لگا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ علامہ کاسانی نے آخر میں جو محتاج ہونے کی شرط لگادی ہے، اس نے اس دھوکے کا بالکل ازالہ کر دیا ہے کیونکہ اس شرط کی وجہ سے اس شخص کے مستحق ہونے کا موجب پھر وہی

فقیر اور مسکین ہونا ٹھہرا اور یہ بھی واضح ہوگیا کہ زکوٰۃ کا مصرف وہ نادار آدمی ہے جو کسی کارِ خیر میں رقم کو خرچ کرتا ہے، نہ کہ کارِ خیر خود۔ لہٰذا مسجد، مدرسہ، دارالاقامہ، مسافر خانہ، کوئی حفاظتی قلعہ یا پُل وغیرہ براہِ راست زکوٰۃ کا مصرف نہیں ہو سکتے۔

ڈاکٹر صاحب کی غیر محتاط رائے:

اسلاف میں سے اگر کسی نے کچھ تعمیم کی بھی ہے تو پھر بھی کچھ پابندیاں عائد کر دیں، مگر ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے تو حد کر دی ہے کہ وہ پوری سول ایڈمنسٹریشن (ڈاکٹر صاحب سول ایڈمنسٹریشن کو العاملین کے تحت اور ملٹری ایڈمنسٹریشن کو فی سبیل اللہ کے تحت زکوٰۃ کے مصرف قرار دیتے ہیں۔ دیگر تعمیری کاموں کو بھی اسی مؤخر الذکر میں شامل کرتے ہیں)، ملٹری اور ملکی تعمیر و ترقی کے تمام اخراجات زکوٰۃ میں سے ادا کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں: ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے!

ہمیں حیرت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان گرامی، جو متعدد احادیث میں آیا ہے:

''تُؤخَذُ مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ وَ تُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ۔'' (ابوداؤد، ج:۱، ص:۲۳۰)

ترجمہ:...... کہ زکوٰۃ مال داروں سے لے کر وہاں کے نادار اور محتاج لوگوں میں تقسیم کر دی جائے۔

اس کا کیا ہوگا؟ ہم صرف ایک درخواست کرتے ہیں:

اِيْتُوْنِىْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَا اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ (الاحقاف:۴)

اگر آپ لوگ سچے ہیں تو اس سے پہلے کی کسی کتاب کا حوالہ یا اور کوئی علمی دلیل لے آئیں۔

ایک طالب علمانہ سوال اور اس کا جواب:

یہاں پر ایک طالب علمانہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ ہم مناسب خیال کرتے ہیں کہ اپنی گزراشات کو ختم کرنے سے پہلے وہ سوال مع جواب حوالہ قلم کر دیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر فی سبیل اللہ کا مصداق مجاہدین ہیں اور مجاہدین بھی وہ جو محتاج اور ضرورت مند ہوں تو پھر فقراء کی مد میں وہ بھی آ گئے۔ علیحدہ مد نمبرے بنانے کی کیا ضرورت تھی؟

اس کا جواب عنایہ شرح ھدایہ سے نقل کرتے ہیں: ترجمہ ملاحظہ ہو:

''جواب یہ ہے کہ جو غازی (مجاہد) ضرورت مند ہے اور سفر خرچ یا سامان جہاد نہ ہونے کی وجہ سے وہ رکا ہوا ہے، بے شک وہ بھی فقیر ہے، لیکن اس کی خاص نوعیت ہے، وہ اپنی بود و باش میں امداد کا محتاج نہیں ہے بلکہ ایک ملّی فریضہ کو سر انجام دینے کے لیے ضرورت مند ہے، اس لیے مصارف زکوٰۃ میں اسے ایک مستقل مد قرار دیا گیا ہے۔ گویا فقیر کو اس کی ذاتی ضروریات کی وجہ سے زکوٰۃ کا مستحق قرار دیا گیا اور غازی کو اجتماعی اور قومی ضرورت کی بنا پر۔''

اعضاء کی پیوند کاری:

اسی خطبہ نمبر ۱۱ میں ایک سوال جو ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں پیش کیا تھا، مع جواب درج ذیل ہے:

''سوال نمبر ۱۳: اسلامی نقطۂ نظر سے انسان اپنے جسم کا مالک نہیں ہے بلکہ اس کی مالک اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ کیا اسلامی نقطۂ نظر سے آنکھوں، خون اور دیگر اعضاءِ جسمانی کا عطیہ دینا

جائز ہے یا نہیں۔اسی طرح کسی دوسرے شخص کی آنکھ یا دل وغیرہ لگانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس بارے میں آپ کو نہ قرآن میں کوئی ذکر ملے گا، نہ حدیث میں اور نہ ہی ہمارے فقہاء کی کتابوں میں......

یہ چیز علمِ طب کی جدید ترین ترقی ہے جو ہماری آنکھوں کے سامنے ہوئی ہے۔اس بارے میں کوئی اجماع ابھی تک نہیں ہوسکا۔ ہمیں معلوم نہیں کہ اور فقہاء کی کیا رائے ہے۔ میں اپنی ذاتی رائے عرض کرسکتا ہوں، ممکن ہے اوروں کو اس سے اتفاق ہو، ممکن ہے وہ اسے رد کردیں۔ایک زندہ کی جان بچانے کے لیے ایک مردہ کی ذات سے استفادہ کیا جائے تو اس میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔ اس طرح ایک انسان کی فالتو چیزوں سے دوسرے انسان کا فائدہ ہوتا ہو، تو اس کی اجازت سے ہم استعمال کرسکتے ہیں۔ان حالات میں فرض کیجیے کہ ایک آدمی مرجاتا ہے اور فوراً ہی اس کی آنکھوں کو لے کر آج کل طبی طریقوں سے محفوظ کرلیتے ہیں اور ان کو کسی اندھے کے لیے استعمال کر کے اسے بینائی بخشتے ہیں۔

ہم بڑے افسوس کے ساتھ یہ کہہ رہے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب نے پیش نظر سوال کا جواب معلوم کرنے کے لیے قرآن پاک، حدیث شریف اور قدیم کتبِ فقہ کی طرف رجوع نہیں فرمایا، ورنہ تو خط کشیدہ جملے ان کی زبان پر نہ آتے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سوال کا جواب مختصراً قرآن مجید میں، اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ حدیث شریف میں اور مزید شرح وبسط کے ساتھ فقہی کتابوں میں موجود ہے۔ تفصیل کی تو ان اوراق میں گنجائش نہیں ہے، تاہم ما لا یدرک کله ، لا یترک کله بقدرِ ضرورت ہم اس کا جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

قرآن کریم اور اعضاء کی پیوندکاری:

قرآن پاک میں شرک کی قباحت اور اس کے بارے میں وعید سناتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ مشرک لوگ تو دراصل شیطان کے پجاری ہیں۔وَ اِنۡ یَّدۡعُوۡنَ اِلَّا شَیۡطٰنًا مَّرِیۡدًا. (النساء، آیت:۱۱۷) حالانکہ شیطان تو بنی آدم کا ازلی دشمن ہے اور وہ پہلے ہی کہہ چکا ہے:

(۱) اے اللہ! میں تیرے بندوں سے اپنا حصہ لے کر رہوں گا۔
(۲) وَ لَاُضِلَّنَّهُمۡ. میں انھیں (نظری اور فکری لحاظ سے) گمراہ کر کے رہوں گا۔
(۳) وَ لَاُمَنِّیَنَّهُمۡ. میں انھیں ہوا وہوس کے بندے بنا کر چھوڑوں گا۔
(۴) نتیجتاً وہ غیر اللہ کے نام کی قربانیاں کریں گے اور نشانی کے طور پر جانوروں کے کان کاٹ کر چھوڑیں گے۔
(۵) وَ لَاٰمُرَنَّهُمۡ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلۡقَ اللّٰهِ. میں انھیں حکم دوں گا تو وہ اللہ کی بناوٹ کو بدل دیا کریں گے۔

یہ تغییر خلق اللہ کیا ہے؟ اس بارے میں قدیم اور جدید مفسرین نے بہت کچھ لکھا ہے۔ہم تفسیر بیضاوی کا ایک جملہ یہاں نقل کرتے ہیں: